

بھرت

ہر سال پاکستان سے دس لاکھ کے قریب شہری ملک سے بھرت کرتے ہیں۔ ایک مستند تعلیمی ادارے کی تحقیق کے مطابق یہ شرح ہر سال بڑھتی جا رہی ہے۔ اس حساب سے روزانہ ڈھائی ہزار افراد ہمیشہ کیلئے مادرِ وطن چھوڑ کر کسی غیر ملک کے مستقل باسی بننے کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ یہ شرح غیر معمولی حد تک بلند ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ وہ کیا غیر معمولی حرکات ہیں جسکی بنا پر کوئی بھی شہری اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ جانتا اور سمجھنا انتہائی اہم ہے۔ عجیب سوال یہ بھی ہے کہ تاریخین وطن دراصل کون ہیں۔ ملک میں کسی بھی مجبوری سے رہنے والے یا وطن کو اپنے سینے میں یاد کے طور پر سموکر ملک چھوڑنے والے۔

محنت مزدوری کرنے والوں سے لیکر ڈاکٹر، انجینئر، بینکر اور دیگر شعبوں کے لوگ اس طویل فہرست میں شامل ہیں جو کسی بھی جگہ ترتیب نہیں دی گئی۔ مگر ہر ایک کے ذہن میں یہ فہرست سوالیہ نشان کی طرح موجود ہے۔ شاند صلیب کی طرح گڑی ہوئی۔ عجیب بات یہ ہے کہ کوئی بھی اس طرف دھیان نہیں دے رہا کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ کیا وجوہات انکا محرك بن رہی ہیں۔ کیا عام لوگوں کی مشکلات کو کم کیا جاسکتا ہے۔ جذباتیت سے سوچا جائے یہ تمام وجوہات بے سروپا سی ہیں۔ شاند یہود و ہندوکی پیدا کر دے۔ ویسے پاکستان میں لوگوں کے ذہن میں ایک نکتہ رائخ کر دیا گیا ہے کہ دنیا کے تمام غیر مسلم صح اٹھتے ہیں۔ تو سرجوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ آج پاکستان کے خلاف کیا کرنا ہے۔ پوری دنیا کے تمام سیاسی اور غیر سیاسی قائدین کو کوئی اور کام نہیں۔ بس وہ سارا دن، سارا سال ہمارے متعلق سازش کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ تھیوری یا نکتہ حد درجہ مبالغہ پرمی ہے۔ ہمارا ملک تو چل ہی غیر مسلم ممالک اور اداروں کی مالی خیرات یا ٹکڑوں پر ہے۔ اگر وہ اسے ختم کرنا چاہیں، تو یہ انکے لیے ہرگز ہرگز مشکل کام نہیں۔ پر کڑواج یہ ہے کہ ہم لوگ یعنی پاکستان کے شہری، خواہ کسی بھی سطح کے ہوں۔ اپنے ملک کی جڑیں کاٹنے میں ہر لمحہ مصروف کارہیں۔ کوئی ادارہ یا شخص استثناء نہیں۔ باقی کچھ اور مگر ایجنسڈ اکوئی اور حقیقت پسندی سے سوچا جائے تو ملکی حالات گزشتہ چالیس برسوں میں اس درجہ مخدوش ہوئے ہیں کہ لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی ملک سے بھرت کرنے کے متعلق سوچنا شروع کر چکے ہیں۔ دس بارہ فیصد اپنی سوچ کو تحقیقت میں بدل کر غیر ملکوں کے شہری بن جاتے ہیں۔

مستند تحقیق کے مطابق نوجوانوں کی اڑتا لیس فیصد تعداد اپنے ملک میں نہیں رہنا چاہتی۔ وجہ بالکل سادہ سی ہے۔ بیروزگاری اور روزگار حاصل کرنے کے جائزہ رائع اس درجہ کم ہیں کہ نوجوان بڑ کے اور بڑ کیوں کی اکثریت پوری زندگی نوکری تلاش کرتے کرتے گزار دیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بچ بولنے پر ان دیکھی پابندی ہے لہذا کوئی تباہت نہیں کر پاتا۔ بیروزگاری وہ دیمک ہے جو قابلیت، اہلیت اور ایمانداری کو بڑے آرام سے چاٹ کر ختم کر ڈالتی ہے۔ نوجوان طبقہ روزگار نہ ہونے کی بدولت ڈھنی مسائل کا شکار بنتا جا رہا ہے۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ پورے ملک میں روزگار کیوں اتنا کم ہے۔ ہم جو مرضی دعویٰ کریں۔ ملکی ترقی اس شرح کی ہے ہی نہیں، جو تمام نوجوانوں کو کسی بھی طرح کی ملازمتیں دینے میں مددگار ثابت ہو۔ چالیس سالوں سے بھاری صنعتی کارخانے نہیں لگا پائے۔ وہی روایتی سے کارخانے۔ کپڑا، ہلکیوں کا سامان اور چند مختصر سی دیگر مصنوعات۔ دکھ کی بات یہ بھی ہے کہ صرف ادنیٰ درجہ کی

مصنوعات بنائی جا رہی ہیں۔ اب اگر بڑی صنعتیں نہیں لگیں گی، تو ملکی ترقی کی شرح کیونکرو اپر کی طرف جائیگی۔ نتیجہ بالکل سادہ سا ہے۔ نوجوان طبقے کی اکثریت نجی ملازمتوں سے محروم رہتی ہے۔ اب سرکار، تو اتنا بوجھ برداشت کر رہی نہیں سکتی کہ ہر ایک کو باعزت ملازمت دے پائے۔ چند دن قبل ایک ادھیر عمر صاحب تشریف لائے۔ تعارف پر بتانے لگے کہ کسی نجی سکول کے انتظامی امور دیکھ رہے ہیں۔ سرسری تی باتیں کرنے کے بعد کہنے لگے کہ انہوں نے امریکہ سے جہاڑا نے کالائسنس حاصل کر رکھا ہے۔ جوانی میں جھنگ سے امریکہ گئے اور پوری تربیت حاصل کر کے پاکستان آگئے۔ پی۔ آئی۔ اے میں نوکری کی درخواست دی تو مشورہ دیا گیا کہ کوئی ٹرینی سفارش لیکر آئیں۔ یقین فرمائیے۔ سفارش تلاش کرتے کرتے پندرہ سال گزر گئے۔ طویل عرصے کے بعد ملک کے زمین حقوق سمجھ آئے تو وقت گزر چکا تھا۔ کسی بھی ائمہ لائن میں عمر کی وجہ سے نوکری نہیں مل سکتی تھی۔ مجبوراً ایک سکول میں نوکری کر لی۔ آج تک اس پر گزارا ہو رہا ہے۔ یہ شخص کس کس قیامت سے گزرا ہو گا، یہ گمان کرنا مشکل ہے۔ مگر یہ صرف ایک نوجوان کی کہانی نہیں۔ ہمارے ملک میں ہر دوسرا انسان بیروزگار ہے۔ اگر یہی نوجوان اب ملک سے باہر جانے پر مصر ہیں، تو یہ اسکی مجبوری ہے۔ حالات کا جر بھی اور منافق معاشرے کی اصل تصویر بھی۔ پڑھے لکھے طبقے کے متعلق عرض کر رہا تھا۔ ان پڑھ طبقہ تو پیدا ہی بیروزگاری کے جہنم میں ہوتا ہے اور شائد مرتا بھی اسی جہنم میں۔ کسی گاؤں، قصبه، گھوٹ یا محلے میں چلے جائیے۔ درجنوں آدمی بالکل فارغ سڑک کے کنارے بیٹھے نظر آئیں گے۔ دکانوں کے تھڑوں پر بیٹھے باتیں کر رہے ہوں گے۔ یہ تھڑے انکی زندگی کی وہ ناکام بلندی ہے، جو ہمارے نظام نے انکی قسمت میں لکھ ڈالی ہے۔ یہ شخص اگر کسی ایجنسٹ کو پیسے دیکر ملک سے باہر جانا چاہتے ہیں تو یہ فطری سی بات ہے۔ الیہ تو یہ ہے، الیہ کا الفاظ درست نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ پیدل، برفوں پر میلوں چل کر مغربی دنیا میں خواب خریدنے جاتے ہیں۔ ناقص کشتوں پر سمندر عبور کرنے کی مہم جوئی کرتے ہیں۔ اکثریت تو ویسے ہی سمندر برد ہو جاتی ہے۔ چند فیصد جو یورپ پہنچ پاتے ہیں وہ بھی وہاں سادہ سی زندگی گزارتے ہیں۔ بیروزگاری وہ آگ ہے جس سے اس ملک کا ہر گھر جل رہا ہے۔ نوجوانوں کے خواب اکثر اوقات خواب ہی رہتے ہیں۔ کرچبوں میں تبدیل شدہ ہوئے خواب۔ بیروزگاری پر لکھنے کیلئے ایک زخمی کتاب بھی کم ہے۔ کیا لکھوں۔ اس معاشرے کے تقریباً ہر گھر کی ایک جیسی کہانی ہے۔

دوسری بہت بڑی وجہ کر پیش ہے۔ پاکستان میں کر پیش کتنی ہے۔ اس کاندمازہ مختلف ماہرین لگا چکے ہیں۔ دشمن ملکوں نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا، جتنا لاچ نہیں برباد کیا ہے۔ بنیادی طور پر پورا نظام مفلوج ہو کر رہ چکا ہے۔ لوگوں کے ذہن میں ایک تاثر بھایا جا چکا ہے کہ سرکاری شعبہ بہت کرپٹ ہے یہ الزام کافی حد تک درست ہے۔ مگر پاکستان کا نجی شعبہ، سرکاری شعبہ سے زیادہ خونخوار کر پٹ ہے۔ دونوں شعبوں کا موازنہ کریں تو اندمازہ کرنا مشکل ہو جائیگا کہ کر پیش کی دوڑ میں کون پہلے نمبر پر ہے۔ سرکاری یا نجی شعبہ۔ پولیس کے کاشٹیبل کے چار پانچ سو یا ہزار روپے ہر تقدیم کا نشانہ بنتے ہیں۔ پٹواری یا پٹوار کے نظام کو ہر وقت گالیاں دی جاتی ہیں۔ مگر کیا کسی نے نجی شعبہ کی اس دیومالائی کر پیش کو سامنے لانے کی جرات کی ہے، جو ہمارے نجی شعبہ میں آن دیکھے قانون کا درجہ بن چکی ہے۔ براہی تو براہی ہے۔ خواہ وہ کسی بھی شعبہ میں ہو۔ بھول جائیے، کہ ہمارا ملک کر پیش کے بین الاقوامی انڈس میں کس درجہ پست ہے۔ کیا یہ تلقین سچ نہیں کہ

رشوت دیے بغیر کہیں بھی کوئی کام نہیں ہوتا۔ معاف فرمائیے۔ رشوت صرف پسیے کی حد تک نہیں ہوتی۔ اسکے دیگر پہلو بھی ہیں۔ جن پر ہمارے معاشروں میں بات کرنا میوب سمجھا جاتا ہے۔ پھر گزارش کروں گا کہ انسانی کمزوریوں میں پسیے کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے سماج میں عام ہے۔ مگر مانتا کوئی بھی نہیں۔ کرپشن کسی سیاسی پارٹی، کسی لیڈر، کسی طبقہ تک محدود نہیں۔ اوپر سے لیکر نیچے تک بالکل ایک جیسا حال ہے۔ بدعنوی ایک بہت مضبوط فصیل ہے۔ جو اسے عبور نہیں کر سکتے۔ کئی بار ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کرپشن اس ملک سے بھاگنے کی دوسری بہت بڑی وجہ ہے۔

لاء اینڈ آرڈر کی طرف آئیے۔ یہ کسی بھی حکومت کا بنیادی فرض ہے۔ ریاستیں قائم ہی مضبوط لاء اینڈ آرڈر کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ بنیاد مکمل طور پر مل چکی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ جن قائدین کو اپنے ملک میں درجنوں یا سینکڑوں محافظوں کی ضرورت ہوتی ہے، ان دون اور نیویارک میں بڑے اطمینان سے پیدل پھرتے ہیں۔ عام آدمیوں کی طرح شانگ کرتے ہیں۔ ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتے ہیں۔ بنیادی وجہ وہ آئندی نظم و ضبط ہے جس نے مغربی معاشروں کو محفوظ کر رکھا ہے۔ یہ نہیں کہ وہاں جرائم نہیں ہوتے، ہوتے ہیں۔ مگر ان کا سد باب کیا جاتا ہے۔ ملک کے کسی بھی بڑے شہر میں چلے جائیں۔ کسی دیہات میں چلے جائیں۔ ایک شکایت ضرور ملے گی، کہ جرائم حد درجہ بڑھ گئے ہیں۔ کیوں۔ دوبارہ عرض کروں گا کہ جرائم کو جڑ سے اکھاڑنے کیلئے ہمارے پاس کوئی قابل اعتماد فورس موجود نہیں ہے۔ اگر ملزم پکڑا بھی جائے تو آگے ایک بھی نک عدالتی نظام ہے جس میں سب کچھ ہے۔ مُرفوری انصاف نہیں ہے۔ کراچی میں کسی سے پوچھ لیجئے۔ موبائل چوری کی شکایت کریگا۔ اب یہ وباء لاہور میں بھی عام ہے۔ ان غواہ برائے تاوان بھی حد درجہ عام ہے۔ ایسی دولت کا آپ کیا کریں گے، جو آپ کو مزید غیر محفوظ کر دیتی ہے۔ نتیجہ سامنے ہے۔ دولت مند ہر طریقے سے غیر محفوظ ہونے کے بعد سرما یے سمیت ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

مجموعی طور پر ہماری ریاست کو ہم لوگوں نے بہت محنت بلکہ جدوجہد سے ناکام بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ہر طبقہ نے اس مشکل کام میں اپنا حصہ بھر پور طریقے سے ڈالا ہے۔ کسی نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اب اگر کسی کے پاس روزگار نہ ہو، اگر کوئی مسئلہ ہو تو اسے انصاف بھی نہ ملے۔ اگر کامیاب ہو جائے تو مزید غیر محفوظ ہو جائے۔ ہر طرف لوگ اس سے رشوت لینا اپنا حق سمجھ کر وصول کریں۔ تو اس کامیاب یا ناکام آدمی کے پاس کیا راستہ رہ جاتا ہے۔ ان حالات میں سب سے شریفانہ فیصلہ ملک سے ہجرت کا ہے۔

راوِ منظر حیات